Oriental College Magazine,
Vol.96, Issue 04, Serial No. 362, 2021 **145**

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷ شمارہ ۱
مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

زبانوں کی قواعدی یا صوری تقسیم اور اُردو

عامر رشید
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
گورنمنٹ ڈگری کالج، کوٹ رادھا کشن، قصور

DIVISION OF LANGUAGES AND URDU

Aamir Rasheed
Assistant Professor of Urdu
Govt. Associate College, Kot Radha Kishan, Kasur

Abstract

Morphologically, all languages of the world are divided into four major groups, which are, in true sense, evolutionary stages of language development. They are Mono-syllabic or Isolating, Agglutinative, Inflectional or Amalgamative and Analytical languages. As for as Urdu is concerned, a group of linguists claim it to be a Dravidian language. They count it to be from Agglutinative group with other Dravidian languages. While, majority of linguists lays down that Urdu is an Aryan language and has entered into analytical group of languages. The article is the comparative analysis of these four groups/stages of language evolution with special reference of Urdu.

Keywords:
اُردو، انگریزی، خلیل صدیقی، فریڈرک فان شلیگل، اے ڈبلیو شلیگل، برصغیر پاک وہند

زبانون کو قواعدی، صوری یا ساخت کے حوالے سے تقسیم کرنے کی روایت خاصی قدیم ہے۔ انگریزی میں اِس کے لیے Morphological classification of languages کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

خلیل صدیقی (۱۹۲۰ـ۱۹۸۷ء) کے مطابق جرمنی کے ماہرِ لسانیات فریڈرک فان شلیگل(۱۸۰۸ء Friedrich Schlegel) نے صوریاتی بنیادوں پر زبانوں کی گروہ بندی کی روایت قائم کی اور معلوم زبانوں کو ساخت کے لحاظ سے دو لسانی گروہوں میں تقسیم کیا۔ پہلے گروہ میں سنسکرت سمیت ایسی تمام زبانوں کو رکھا گیا جن میں مادے اندرونی طور پر تبدیل ہو جاتے ہیں؛ جب کہ دوسرے گروہ میں اِن زبانوں کو رکھا گیا جن میں مادوں کی تبدیلیاں سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے ہوتی ہیں۔ بعد ازاں شلیگل کے بھائی اے ڈبلیو شلیگل (۱۷۶۷ـ۱۸۴۵ء) نے زبانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا۔

راسک (۱۷۸۷ـ۱۸۳۲ء Rask) نے ۱۸۱۴ء میں زبانوں کی صوری تقسیم میں الفاظ کی بہ جائے قواعد کے تقابل پر زور دیا اور دراوڑی زبانوں کو سنسکرت سے مختلف قرار دیتے ہوئے، اُنھیں ''مالا باری'' کا نام دیا۔

فرانز بوپ (۱۷۹۱ـ۱۸۶۷ء Franz Bopp) نے زبانوں کو یک رُکنی، اشتقاقی یا تصریفی اور امتزاجی، ارتباطی یا اتصالی جیسے تین گروہوں میں تقسیم کیا۔ ہمبولٹ نے انفرادی (Isolating)، اشتقاقی (Inflecting)، امتزاجی یا اتصالی (Agglutinating) اور انضمامی (Incorporating) جیسے چار زمرے قائم کیے؛ یہی زمرے آگسٹ فریڈرک پاٹ (A. F Pott:1834) کے ہاں نظر آتے ہیں۔ قواعدی تقسیم کے حوالے سے خلیل صدیقی نے شیلخر، میکس ملر (۱۸۹۹ـ۱۹۶۷ء Max Miller)، وِٹنی (۱۹۰۳ـ۲۰۰۸ء Whitney) اور بیمز (۱۸۳۷ـ۱۹۰۲ء Beames) وغیرہ کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔(۱)

اِس تقسیم میں تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رہیں:

(الف) یہ تقسیم دراصل زبانوں کے مختلف ارتقائی مراحل کی نشان دہی کرتی ہے۔

(ب) زبان اپنے ارتقا کے کسی بھی مرحلے میں دوسرے مراحلِ ارتقا سے یکسر بے نیاز نہیں ہو سکتی؛لہذا کسی مخصوص ارتقائی مرحلے سے منسوب زبان میں دوسرے مراحل کی مثالیں بھی باآسانی مل جاتی ہیں۔

(ج) یہ تقسیم ماہرین کے اختلافات اور مراحلِ ارتقا کے لیے استعمال ہونے والی کثیر اصطلاحات کی وجہ سے پیچیدہ اور غیر واضح صورت اختیار کر چکی ہے۔ یہاں تک کہ مشرقی ماہرین، مثلاً: محی الدین قادری زور (۱۹۰۵۔۱۹۶۲ء)، ڈاکٹرابواللیث صدیقی (۱۹۱۶۔۱۹۹۴ء)، ڈاکٹر سہیل بخاری (۱۹۱۴۔۱۹۹۰ء)، ڈاکٹر شوکت سبزواری(۱۹۰۸۔۱۹۷۳ء)اور عین الحق فرید کوٹی (۱۹۱۹۔۱۹۹۵ء) وغیرہ بھی اِس حوالے سے مختلف آرا پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ذیل میں آریائی اور دراوڑی زبانوں کے صوری یا ہئیتی یا قواعدی اختلافات کی بہتر تفہیم کے لیے زبانوں کے قواعدی ارتقائی مراحل یا صوری تقسیم کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ یک رکنی، انفرادی، تجریدی، افتراقی، ترتیبی یا نحوی (Mono-Syllabic or Isolating) گروہ

جان بیمز نے اِس گروہ کو ارتقاے لسان کی پہلی منزل قرار دیتے ہوئے، اِسے Collocational or Syntactical Stage کا نام دیا ہے۔ زبانوں کے اِس گروہ میں چینی زبان سب سے اہم ہے۔ اس کے مطابق اِس قسم کی زبانیں سر زمین چین، ہندوستان کے مشرقی ممالک اور اُنھی اطراف واکناف کی وادیوں میں رائج ہیں۔ جاپانی اور مشرق بعید کی زبانوں کو بھی اِسی ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ ماہرین کے مطابق ساخت کے اعتبار سے اِن زبانوں کی اہم خصوصیات یہ ہیں:

- اِس گروہ کی زبانوں میں الفاظ آزادانہ وجود رکھتے ہیں جن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا، یعنی وہ کسی بھی قسم کے اشتقاقی و تصریفی عمل سے نہیں گزرتے۔ اِن زبانوں میں سابقوں اور لاحقوں کا استعمال نہیں کیا جاتا۔
- ادائیِ مطلب کے لیے الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے، ہر لفظ اپنے آزادانہ معنی کا حامل ہوتا ہے؛ تاہم ایک خاص ترتیب میں رکھے جانے اور لہجے کے اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے مخصوص معنی دینا شروع کر دیتا ہے۔

- اِس گروہ کی زبانوں کے بیش تر الفاظ یک رُکنی ہوتے ہیں، جیسے: اُردو میں جا، کھا، لا وغیرہ، اِسی لیے اِن زبانوں کو یک رُکنی بھی کہا جاتا ہے۔

اب چوں کہ الفاظ آزادانہ حیثیت میں پہلو بہ پہلو ترتیب دیے جاتے ہیں؛ اِس لیے اسم، فعل، حرف جیسی صرفی تقسیم بھی نہیں کی جاتی، جیسا کہ شیلخر کے مطابق:

''پہلی صورت میں کلموں سے صرف معنی کا اظہار ہوتا ہے قواعدی رشتوں کا نہیں۔''(۲)

اِس ضمن میں چینی زبان سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(ا) چے جین کان چئین ہائی زو

یہ آدمی آنکھ دیکھا بچہ (''زو'' بے معنی ہے محض تکملے کے طور پر آتا ہے۔)

یعنی : اُس آدمی نے بچہ دیکھا (اُردو زبان کی قدیم تاریخ، ص: ۱ ۸)

(ب) ینگ یائی پاتیو

استعمال کرنا ایک تلوار

یعنی: تلوار کے ذریعے (Outlines of Indian Philology, P:23)

(ج) تسنگ پیکنگ لائی

پیچھے آنا پیکنگ آنا

یعنی: پیکنگ سے (Outlines of Indian Philology, P:23)

(د) تا کُو (تاچُو)

وہ جا (جاؤ)

وہ جاتا ہے۔

۲۔ تالیفی، اتصالی، امتزاجی یا ترکیبی (Agglutinative) گروہ

یہ ارتقائے لسان کا دوسرا مرحلہ ہے، جسے بیمز نے Agglutinated stage کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اِس گروہ کی بہترین مثال ترکی زبان ہے۔ اِس کے علاوہ ماہرین نے تورانی اور دراوڑی زبانوں کو بھی تالیفی یا اتصالی گروہ کی زبان قرار دیا ہے۔

عین الحق فرید کوٹی لکھتے ہیں:

''سامی اور آریائی گروہ کی زبانوں کو چھوڑ کر دُنیا کی قریب قریب تمام دوسری زبانیں اسی گروہ میں شمار کی جاتی ہیں۔۔۔ علما اسے لسانی ارتقا کی دوسری کڑی شمار کرتے ہیں۔ پاکستان کی بڑی بڑی زبانیں مثلاً اردو، پنجابی، سندھی اور بنگالی وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی طرح بھارت کی قدیم زبانیں مثلاً دراوڑی، منڈا، ناگا قبائل کی زبانیں بھی اسی گروہ میں شامل ہیں۔''(۳)

زبان کے اِس گروہ میں (پہلے گروہ کے برعکس) کسی قدر تصریف واقع ہوتی ہے۔ اصلی مادے کے ساتھ تصریفی مادہ جوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ تصریفی مادے سابقوں لاحقوں میں اصل لفظ کے ساتھ جوڑ دیے جاتے ہیں؛ تاہم اصلی الفاظ اور تصریفی مادوں کو بآسانی پہچانا اور الگ کیا جاسکتا ہے۔ ارتقاے لسان کے اِس مرحلے پر یہ سابقے لاحقے اکثر اوقات اپنے انفرادی معنی کے حامل ہوتے ہیں اور بعض اوقات اِن کی اصل گم ہو چکی ہوتی ہے؛ تاہم اصل لفظ کے ساتھ منسلک ہوتے ہی معنی دینے لگتے ہیں۔

بہ قول آگسٹ شیلخر:

''تعمیری اجزا کے جوڑ کے باوجود کلمے کی اصل صورت بھی قائم رہتی ہے اور تعمیری اجزا کو آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔''(۴)

بہ قول ڈاکٹر شوکت سبزواری یہ تعمیری یا اشتقاقی اجزا امتدادِ زمانہ اور استعمال کے زیرِ اثر گھس گھسا کر اِس قدر تبدیل ہو جاتے ہیں کہ اِن کے اصل معنی بھلا دیے جاتے ہیں اور مادوں کو نئے معنی دینا اِن کا کام رہ جاتا ہے۔

تالیفی یا اتصالی گروہ کے حوالے سے ترکی زبان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ترکی زبان میں ''اِو'' کے معنی ''گھر، مکان'' کے ہیں۔ اب ''اِو'' کے ساتھ مختلف علاماتِ تصریف دیکھیے:

اِوان: ایک مکان کا

اواہ: ایک مکان تک

اودَن: ایک مکان سے

یہاں ''اِن''، ''اہ'' اور ''دَن''اصل لفظ کے ساتھ منسلک ہو کر معنی دیتے ہیں اور انفرادی طور پر اپنے معنی نہیں رکھتے؛تاہم ماضی میں اِن کے کچھ نہ کچھ معانی ضرور ہوں گے۔اہم بات یہ ہے کہ یہ اصل لفظ سے باآسانی الگ کیے اور پہچانے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر تاجور کی پیش کردہ ایک مثال دیکھیے: یازمق: لکھنا

اِس لفظ کا ماضی مطلق ''یازدی'' ہے، یعنی ''مق'' ہٹاکر ''دی'' بہ طور علامتِ ماضی لگادیا جاتا ہے، جو انفرادی طور پر اپنے معنی نہیں رکھتا۔اب اگر ماضی بعید کے لیے ''یازدی'' کے ساتھ ''دیدی'' کے لاحقے کا استعمال کیا جاتا ہے:

یازدی : اُس نے لکھا

یازدی دیدی: اُس نے لکھا تھا۔

اِسی طرح ''اولمک'' سے فعل حال ''اول اور ام''بنتا ہے یہاں ''اول اور ام'' میں بنیادی طور پر تین اجزا ہیں، جو نہ صرف الگ کیے جاسکتے ہیں؛بل کہ انفرادی معنی بھی رکھتے ہیں:

اول اور ام(اول: ہونا،اور: علامتِ فعل حال،ام: میرا): میں ہوں۔

جہاں تک دراوڑی زبانوں کا تعلق ہے تو جان بیمز کی پیش کردہ تلگو زبان کی مثال پیش کی جاتی ہے۔تلگو میں اصلی مادہ اسمی لاحقہ لگانے سے '' اِسم'' اور فعلی لاحقہ لگانے سے ''فعل'' بن جاتا ہے۔ تلگو میں ''گھوڑے'' کو ''گرامو'' کہتے ہیں:

گرامو : گھوڑا

گرامو۔یوکا : ایک گھوڑے کا

فعل کی مثال دیکھیے:

پمپو : بھیجنا

پمپو+اَ(علامتِ نفی): پمپا=نہ بھیجنا

پمپوتونانو(پمپو: بھیجنا،تُو: علامتِ فعل حال،نانو: میں)=میں بھیجتا ہوں

اِن مثالوں سے ظاہر ہے کہ دراوڑی زبانوں میں اشتقاقی علامتوں کو آسانی سے الگ کیا جا سکتا ہے اور اصلی مادہ جوں کا توں موجود رہتا ہے۔

۳۔ تصریفی،اشتقاقی یا تخلیطی(Inflectional or Amalgamative) گروہ

جان بیمز کے مطابق سنسکرت، یونانی اور لاطینی سمیت ہند جرمانی (ہند آریائی) خاندان کی بیش تر زبانیں ارتقائے لسان کے اِسی مرحلے سے تعلق رکھتی ہیں۔ابو اللیث صدیقی کے مطابق سامی گروہ کی زبانیں بھی اِسی گروہ سے تعلق رکھتی ہیں۔جان بیمز اِس گروہ کی تصریفی یا اشتقاقی خصوصیت سے متعلق لکھتے ہیں:

> The next stage in language is that in which the words used as inflections have not only lost their original form, but have become so thoroughly incorporated with the stem-word which they serve to modify, as to become one word with it, and to be no longer capable of identification as separate words, except by patient scrutiny and elaborate analysis.(5)

یعنی ارتقا کے اِس مرحلے پر علاماتِ تصریف اپنی اصل شکل کھو کر اصل مادے کے ساتھ اِس طرح گھل مل جاتی ہیں کہ اِن کی الگ شناخت ممکن نہیں رہتی اور صبر آزما غور و فکر اور گہرے تجزیے کے بغیر اُنھیں پہچانا نہیں جا سکتا۔دوسرے لفظوں میں پہلے مرحلے کی نسبت یہاں تصریف زیادہ مکمل ہوتی ہے جو اصلی مادے میں اندرونی تبدیلیوں کا باعث بھی بنتی ہے۔ خلیل صدیقی، شیلخر کے حوالے سے اِس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''تیسری صورت یہ ہے کہ مادے یا مستقل کلمے میں جوڑے جانے والے اجزا اس میں مدغم ہو کر اپنی اصل ہئیت کو کھو بیٹھیں۔مستقل کلمے میں بھی تغیرات ہو جاتے ہیں، اندرونی طور پر بھی اور سابقوں اور لاحقوں کی وجہ سے بھی۔اس عمل کو اشتقاق کہتے ہیں اس لیے زبان کی ایسی صورت کو(Inflecting) تصریفی یا اشتقاقی کہا جائے گا۔ سامی زبانوں میں اندرونی اشتقاق زیادہ ہوتا ہے اور ہند یورپی زبانوں میں سابقوں اور لاحقوں سے نئے کلمے بنتے ہیں۔'' (۶)

ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق اگرچہ مادے میں اندرونی تغیر رونما ہو جاتا ہے؛ تاہم مادے کے اصلی حروف میں کمی واقع نہیں ہوتی، مثلاً: سکون، ساکن، مسکن، مسکین وغیرہ کا اصلی مادہ س، ک، ن ہے، جو الفاظ کے اندرونی تغیر کے باوجود اُن میں مشترک ہے۔ اس گروہ میں دراصل سابقے لاحقے بھی استعمال ہوتے ہیں اور مادے میں اندرونی تصریف بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔ اگر یہ سابقے لاحقے یا دیگر علاماتِ تصریف کو شش کے ذریعے الگ کر بھی لی جائیں تو اِن کا نہ تو عموماً کچھ انفرادی استعمال ہوتا ہے اور نہ ہی اِن کی اصل شکل کا تعین ممکن ہو پاتا ہے، مثلاً: بیمز کے مطابق سنسکرت لفظ ''اسمی'' ''میں ہوں'' کے معنی دیتا ہے۔ یہ باآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ دو لفظوں ''اس: ہونا'' اور ''می: میں یا مجھ کو'' سے مل کر بنا ہے؛ تاہم ''می'' میرا یا مجھ کو کے معنی میں سنسکرت میں اب نہیں پایا جاتا۔ عربی میں فعل مضارع کی گردانوں میں واقع ہونے والے اندرونی و بیرونی تغیر کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ سابقوں، لاحقوں اور اندرونی علاماتِ تصریف کو الگ کر کے اِن کی اصل کی تلاش و جست جو مشکل عمل ہے۔ بیمز نے اِس گروہ کے ذیل میں یونانی، لاطینی گوتھک اور انگریزی زبانوں کی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

۴۔ تحلیلی گروہ (Analytical)

یہ زبانوں کے ارتقا کا آخری مرحلہ یا منزل ہے۔ بیمز کے مطابق فرانسیسی، انگریزی اور ہندی (وہ اُردو کو ہندی ہی کی ایک شکل قرار دیتا ہے) تحلیلی زبانیں ہیں۔ سہیل بخاری کا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ برصغیر پاک و ہند اور مغربی یورپ کی تمام زبانیں اِسی ذیل میں آتی ہیں۔

اِس گروہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ علاماتِ تصریفِ و اشتقاق اصل مادے کا حصہ کچھ اِس انداز میں بنتی ہیں کہ اپنا وجود کھو دیتی ہیں اور اِن کا کوئی جز قابلِ شناخت نہیں رہتا۔ یہ علامتِ تصریف نہ صرف اپنا لفظی وجود کھو دیتی ہیں؛ بل کہ اِن کا معنوی وجود بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اب لفظ مرکب کی بہ جائے مفرد حیثیت کا حامل ہو جاتا ہے اور اگر اِس میں دوبارہ وہی معنی پیدا کرنے ہوں جو پہلے کبھی ختم ہو جانے والی علامات سے پیدا کیے گئے تھے، تو نئے سرے سے اِس میں علاماتِ تصریف لگانا پڑتی ہیں، اِس طرح درحقیقت یہ لفظ دوہری تصریف کے عمل سے گزرتا ہے، مثلاً: یہ مثالیں بیمز کی "Outlines of Indian Philology" سے ماخوذ ہیں۔

فرانسیسی لفظ Porto کا معنی ہے ''میں اُٹھاتا ہوں''، اِس میں ''او:(O)'' کا اختتامیہ ''میں'' کے معنی دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ Porto، Porte کی شکل اختیار کر گیا اور اِس میں سے ''میں'' کے معنی بھی جاتے رہے؛ لہٰذا اِس کے ساتھ "Je" کا سابقہ لگا کر ''میں'' کے معنی پیدا کر لیے گئے:

Porto(I Carry) : Porte
Je Porte: I, I Carry

اِسی طرح انگریزی میں "go" کا معنی ہے ''جانا''، جس کے ساتھ "eth" یا "es" لگا کر ''وہ'' کے معنی پیدا کیے جاتے، یعنی: وہ جاتا ہے: Goes : Goeth، جانا:Go

بعد ازاں "eth" یا "es" سے پیدا ہونے والے معنی فراموش کر دیے گئے اور ''وہ'' کے معنی پیدا کرنے کے لیے "He" کا سابقہ لگایا جانے لگا:

وہ، وہ جاتا ہے: He : Go + es

پس یہ تحلیلی منزل ہے جہاں پہلی علامات اپنا وجود کھو کر اصل لفظ میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور اُنھی معنی کے حصول کے لیے نئے سرے سے عملِ تصریف شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تو ہوئی زبانوں کی صوری، قواعدی یا ہئیتی گروہ بندی جو دراصل زبانوں کے ارتقا کی مختلف منازل کی نشان دہی کرتی ہے۔ اب آتے ہیں اُردو کی طرف کہ یہ کس گروہ یا منزل سے متعلق ہے۔ اِس حوالے سے ماہرینِ لسانیات میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔

عین الحق فرید کوٹی اُردو کو دیگر دراوڑی زبانوں کی طرح تالیفی یا اتصالی قرار دیتے ہیں (اُردو زبان کی قدیم تاریخ، ص ۸۱۔ ۸۲)۔

ڈاکٹر سہیل بخاری برصغیر پاک و ہند کی تمام زبانوں کو (جن میں دراوڑی زبانیں بھی شامل ہیں اور آریائی بھی) تحلیلی گروہ میں رکھتے ہیں۔ (اُردو کی زبان، ص ۳۲)۔

جان بیمز دراوڑی زبانوں کو تالیفی یا اتصالی گروہ، جب کہ ہندی (اُردو) کو دیگر کئی آریائی زبانوں کے ساتھ تحلیلی گروہ میں جگہ دیتے ہیں (Outlines of Indian Philology, P: 34-35)۔

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۱، مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

شوکت سبز واری بھی بیمز کی تقلید میں غیر آریائی زبانوں: گونڈ، بھیل، کول، تامل، تلگو، ملیالم، کنڑی وغیرہ کو تالیفی؛ جدید آریائی زبانون: بنگالی، آسامی، اُڑیا اور گجراتی کو اشتقاقی یا تصریفی؛ سندھی، پنجابی اور مرہٹی کو تالیفی و تصریفی کے بین بین؛ جب کہ اُردو کو تحلیلی قرار دیتے ہیں (اُردو زبان کا ارتقا، ص ۱۰)۔

یہ تمام بیانات بہ ظاہر متضاد نظر آتے ہیں؛ تاہم اِن میں کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے۔ کوئی بھی زبان اپنے ارتقا کے کسی ایک مرحلے میں اِس تکمیل کے ساتھ داخل نہیں ہو سکتی کہ اِس میں کسی دوسرے مرحلے کی مثالیں ناپید ہو جائیں اور جہاں تک اُردو کا تعلق ہے، یہ لِسانی ارتقا کے مختلف مراحل کے اختلاط کی خوب صورت مثال ہے۔

اِس میں انفرادی سطح پر ایسے الفاظ بھی مل جائیں گے جن میں کسی قسم کی تصریف ممکن نہیں ہوتی، مثلاً حروفِ جار یا ربط: میں، پر، کو، تک، سے وغیرہ۔

حروفِ اضافت کا، کے، کی اور علامتِ ماضی واستقبال: تھا، تھی، تھے، گا، گی، گے وغیرہ

اِن کے علاوہ حروفِ استثنا و تخصیص: مگر، بھی وغیرہ بھی انفرادی ہئیتوں کی مثالیں ہیں۔ (۷)

یہ جملے بھی ملاحظہ ہوں:

جلدی گھر آ جانا

کھانا کھا آنا

اِس قبیل کے جملے جن میں سابقوں، لاحقوں یا اندرونی اشتقاق کا عمل نظر نہیں آتا، زبان کے پہلے مرحلے یا ترتیبی یا انفرادی گروہ کی عکاسی کرتے ہیں۔

اِسی طرح ارتقائے لسان کے دوسرے مرحلے یا تالیفی و اتصالی گروہ کی خصوصیات بھی اُردو میں پائی جاتی ہیں۔ اُردو کے اکثر لفظوں میں سابقوں لاحقوں کی مدد سے صرف بیرونی اشتقاق یا تصریف واقع ہوتی ہے، اصل مادہ جوں کا توں رہتا ہے، اور تعمیری مادے باآسانی پہچانے اور الگ کیے جا سکتے ہیں، مثلاً: اُردو مصادر میں علامتِ مصدر ''نا'' کو ہٹانے سے افعال کا اصلی مادہ باقی رہ جاتا ہے؛ جیسے: آ، جا، لا، دے، کر، سو، مل، چل، ڈر وغیرہ

اب آ سے آتا، آتی، آتے، آیا، آئی، آئے، آؤ یا دوسرے افعال سے بھی اِس قسم کے الفاظ بنائے جا سکتے ہیں۔ اِن مثالوں میں ''آ'' اصل مادہ اپنی جگہ بہ دستور قائم ہے اور اس یک رکنی مادے میں اندرونی تصریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ اسما ملاحظہ ہوں:

گل دان، پاندان، اُگلدان، بادبان، کمربند، دست بند، شبستان اور گلستان جیسے فارسی الفاظ کے اصل مادے اور تعمیری مادے کو الگ کرنا آسان ہے اور ان تعمیری مادوں کے اصل اور انفرادی معانی کا تعین بھی مشکل نہیں۔ یہ سب الفاظ اُردو میں مستعمل ہیں اور ایسے سینکڑوں الفاظ تالیفی یا اتصالی خواص کے حامل ہیں۔ اُردو کے بیش تر الفاظ جو سابقوں اور لاحقوں کی مدد سے بنانے جاتے ہیں، اتصالی نوعیت کے ہیں۔

اب یہ جملے ملاحظہ فرمایے:

اسلم جوان بھی ہے اور تن درست و طاقت ور بھی ہے۔

وہ نڈر، بے باک، چابک دست آدمی ہے۔

اِس قسم کے کتنے ہی جملے لکھے جا سکتے ہیں جن میں جملے کے تمام اجزا با آسانی الگ کیے جا سکتے ہیں۔ اصل مادوں اور علاماتِ اشتقاق میں تخصیص کی جا سکتی ہے اور تعمیری اجزا یا علاماتِ تصریف بعض اوقات انفرادی معنی بھی رکھتی ہیں۔

تیسرا مرحلہ ارتقا اشتقاقی یا تصریفی ہے، جس میں نہ صرف بیرونی تصریف ہوتی ہے؛ بل کہ اصلی مادے میں اندرونی تصریف بھی واقع ہوتی ہے اور اکثر علاماتِ تصریف کو الگ کرنا مشکل ہوتا ہے؛ تاہم علاماتِ تصریف معنوی سطح پر موجودگی کا پتا دیتی رہتی ہیں۔ اُردو میں اِس گروہ یا منزل سے تعلق رکھنے والے الفاظ بھی کثرت سے موجود ہیں، مثلاً:

''ہوں'' ''ہو (فعل)'' اور ''اُن (ضمیر واحد متکلم)'' سے مل کر بنا ہے، اسی طرح ''ہیں''، ''ہو (فعل)'' اور ''ایں (ضمیر جمع)'' سے مل کر بنا ہے؛ لیکن آج یہ مرکب کی بہ جائے مفرد معلوم ہوتے ہیں۔ (۸)

عربی کے ایسے الفاظ جو اُردو میں مستعمل ہیں اندرونی تصریف کی اچھی مثالیں ہیں، مثلاً: علم ایک سہ حرفی کلمہ ہے، جس کی کئی صورتیں عام استعمال ہوتی ہیں: معلوم، علوم، علما، متعلم، تعلیم، معلومات، متعلمین وغیرہ۔

صاف ظاہر ہے ہر کلمے میں اصلی مادے کے شروع، درمیان اور آخر میں مختلف تصریفی لاحقوں نے اپنا رنگ دکھایا ہے؛ مگر ان کو الگ کر کے ان کا تجزیہ کرنا اور ان کی اصل کا تعین کرنا ایک دشوار عمل ہے۔

اُردو میں اس قسم کے کتنے ہی الفاظ موجود ہیں جو اسے ارتقا کے تیسرے درجے میں رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

اب رہ جاتا ہے آخری مرحلہ یا تحلیلی گروہ یعنی وہ مرحلہ جس میں علامتِ تصریف اصل میں اس طرح گھل مل جاتی ہے کہ اپنے لفظی اور معنوی ہر دو قسم کے وجود سے محروم ہو جاتی ہے اور وہی معنی پیدا کرنے کے لیے نئے سرے سے نئی علامات یا الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے؛ یعنی مرکب لفظ مفرد بن جاتا ہے اور اسے مرکب بنانے کے لیے نئے الفاظ و علامات کا استعمال کرنا پڑتا ہے، مثلاً:

''ہوں''، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ''ہو (فعل)'' اور اُن (ضمیر واحد متکلم) سے مل کر بنا ہے؛ تاہم آج کل اِسے مفرد کے طور پر لیا جاتا ہے اور واحد متکلم کے معنی پیدا کرنے کے لیے ''میں'' بہ طور ضمیرِ واحد متکلم استعمال ہوتا ہے، مثلاً: میں سکول جاتا ہوں۔

اِسی طرح ''ہیں''، کو بھی مفرد تا گردانتے ہوئے، جمع متکلم کا صیغہ ''ہم'' استعمال کیا جاتا ہے: ہم سکول جاتے ہیں۔

یعنی مذکورہ بالا دونوں لفظوں میں بالترتیب ضمیر واحد متکلم ''اُن'' اور ضمیر جمع متکلم ''ایں'' لفظی و معنوی سطح پر تحلیل ہو چکی ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو ارتقائے لسان کے صرف کسی ایک مرحلے یا گروہ سے تعلق نہیں رکھتی، اِس میں ہر مرحلے یا گروہ کے خواص موجود ہیں۔ اِس کے برعکس دراوڑی زبانیں اتصالی یا تالیفی مرحلے سے آگے نہیں بڑھ سکی ہیں۔

تھامس لیہمن (Thomas Lehmann) قدیم تمل زبان کو تالیفی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "Old Tamil morphology is on the whole agglutinating" (9)

جدید تمل کے بارے میں سینفورڈ بی سٹیور (Sanford B. Stever) کا بیان یہ ہے:

> "Tamil morphology is agglutinating and suffixal, inflections are marked by suffixes attached to a lexical base……………..''(10)

دھرمیندر اناتھ شاشتری کے بیان کے مطابق ہندی اور انگلش تحلیلی زبانیں ہیں۔(۱۱)

جان بیمز، ڈاکٹر شوکت سبزواری اور ڈاکٹر سہیل بخاری وغیرہ کے بیانات اور کئی مثالوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُردو اپنے ارتقا کے آخری مرحلے یعنی تحلیلی منزل میں داخل ہو چکی ہے، اِس لیے اِسے دراوڑی زبانوں کی طرح صرف تالیفی یا اتصالی مرحلے تک محدود کرنا مناسب نہیں۔ ارتقائے لسان کے مختلف مراحل کی بحث اُردو کو آریائی زبانوں کے ہم پلہ ثابت کرتی ہے۔ چناں چہ حقائق کے پیشِ نظر اُردو کو قواعدی اعتبار سے آریائی قرار دینا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟ لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴، ص۱۳۶_۱۴۵

(۲) ایضاً، ص۱۴۲

(۳) عین الحق فرید کوٹی، اُردو زبان کی قدیم تاریخ، لاہور: اورینٹ ریسرچ سنٹر، طبع سوم، ۱۹۸۸ء، ص۸۱_۸۲

(۴) خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، محولہ بالا، ص۱۴۳

(5) John Beams, Outlines of Indian Philology, London: Trubner and Co, 2nd Edition , 1868, P:29-302

(۶) خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، محولہ بالا، ص۱۴۳

(۷) ایضاً، ص۱۴۸_۱۴۹

(۸) شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اُردو زبان کا اِرتقا، ڈھاکہ: پاک کتاب گھر، طبع اول، ۱۹۵۶ء، ص۱۲

(9) Thomas Lehman, Old Tamil, Included in the Dravidian Languages, Edt. by: Sanford B. Steever, P:79

(10) E. Annamalai and Sanford B Steever, Modern Tamil, Included in: The Dravidian Languages, Edt By: Sanford B Steever, P: 104

(11) Dharmendra Nath Shastri, Sanskrit in 30 Lectures, P: 171

❖❖❖